اُن میں بہت سے ایسے بھی ہیں جنھیں خدا کے وجود میں شک ہے۔ ایسے بھی ہیں جن کو وحی و رسالت میں شُبہ ہے۔ ایسے بھی ہیں جو آخرت کے منکر ہیں اور یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ مرنے کے بعد انھیں خدا کی عدالت میں کبھی اس زندگی کا حساب بھی پیش کرنا ہے۔ ان میں وہ بھی ہیں جو بھلائی اور بُرائی کی اُس تمیز سے جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے انکار کرتے ہیں اور جانوروں کی طرح غافل زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جن کی نگاہ میں اسلام کا سکھایا ہوا طریقِ زندگی صحیح نہیں ہے اور جنھوں نے دنیا کے دوسرے طریقوں میں سے اپنی خواہشات کے مطابق کوئی طریقہ پسند کر رکھا ہے ——— اور یہ سب کچھ کرنے کے باوجود یہ سب لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور مسلمان کہلائے جانے پر مُصر ہیں اور وہ تمام حقوق حاصل کرنا چاہتے ہیں جو مسلمانوں کی سوسائٹی میں ایک مسلمان ہی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس مجموعہ میں بہت کم لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو فی الواقع اس معنی میں مسلمان ہوں جس معنی میں اسلام کسی شخص کو مسلمان کہتا ہے۔

آخر یہ صورتِ حال کیوں ہے؟ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہماری مسلمان دنیا زیادہ تر نسلی مسلمانوں پر مشتمل ہے جو صرف اس وجہ سے مسلمان ہیں کہ اُن کے باپ دادا مسلمان تھے اور اتفاق سے یہ مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوگئے ہیں۔ آپ اگر سنجیدگی سے سوچیں تو یہ حقیقت آپ پر واضح ہو جائیگی کہ انسان کو پیدائش سے نسب مل سکتا ہے، نسلیت مل سکتی ہے، وطنیت مل سکتی ہے، لیکن کسی شخص کو محض پیدائش سے اسلام نہیں مل سکتا۔ آدمی پیدائشی طور پر جاٹ ہو سکتا ہے، راجپوت ہو سکتا ہے، ہندوستانی ہو سکتا ہے، انگریز اور جرمن ہو سکتا ہے، لیکن ماں کے پیٹ اور باپ کے نطفے سے آدمی کو دین نہیں مل سکتا۔ دین تو صرف اِس طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ آدمی جان بوجھ کر اُسے پسند کرے اور اپنے ارادہ سے اس کو اختیار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم میں سے جو لوگ نسلی مسلمان ہیں اور محض باپ دادا کے گھر سے انھیں اسلام کی نسبت حاصل ہوگئی ہے، ان کے پاس مسلمانوں کے سے نام تو ہیں، لیکن وہ صفت ان میں مفقود ہے جس کا نام اسلام ہے۔ ان کے سامنے وہ طریقِ زندگی ہے ہی نہیں جو اسلام نے ان کے لئے تجویز کیا ہے۔ انھوں نے نہ کبھی اُسے جاننے کی کوشش کی۔ نہ اُسے اپنے

لئے پسند کیا، اور نہ اس پر چلنے کا ارادہ کیا۔ حالانکہ اسلام کی جو حقیقت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں یہ ہے کہ:۔

ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربًا وبمحمدٍ رسولاً وبالاسلام دینًا

ایمان کا مزا اس شخص نے چکھ لیا جو راضی ہوگیا اس پر کہ اللہ ہی اس کا رب ہو اور محمدؐ ہی اُس کے رسُول ہوں اور اسلام ہی اس کا طریق زندگی ہو

اس حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس شخص نے سوچ سمجھ کر برضا و رغبت اسلام قبول نہیں کیا وہ اسلام اور ایمان کے مزے سے نا آشنا ہے۔ اس نے دین کا ذائقہ چکھا ہی نہیں۔

مسلمان ہونے کے معنی مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ایک آدمی پورے شعور کے ساتھ یہ فیصلہ کرے کہ دنیا میں خدائی، پروردگاری، اور آقائی کے جتنے مدعی پائے جاتے ہیں ان سب میں سے صرف ایک ربّ العالمین ہی کی بندگی اُسے کرنی ہے۔ جن جن ہستیوں اور طاقتوں کا یہ دعویٰ ہے کہ آدمی اُن کی مرضی کی پیروی کرے اور اُن کے احکام کی اطاعت کرے اور اپنی شخصیت کو اُن کے حوالے کردے، ان سب میں سے صرف ایک اللہ ہی کی ہستی ایسی ہے جس کے آگے اُسے سرِ اطاعت جھکا دینا ہے اور وہی ہے جس کی مرضی اُسے ڈھونڈنی ہے۔ پھر مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے مختلف طریقوں کے درمیان آدمی یہ فیصلہ کرے کہ اُسے وہی ایک طریقِ زندگی پسند ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے۔ دوسرے طریقوں کو ترجیح دینا تو درکنار ان کی طرف کوئی رغبت اور لگاوٹ بھی اُس کے دل میں نہ ہو۔ اس کو دل سے اسلام ہی کا طریقہ مرغوب اور پسندیدہ ہو۔ پھر مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں انسان کی رہنمائی و رہبری کے جتنے مدعی گزرے ہیں اور آج پائے جاتے ہیں ان سب کے درمیان ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو وہ اپنی رہنمائی کے لئے چن لے اور فیصلہ کرلے کہ اب بس آپ ہی کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہے۔

اس طرح جب کوئی شخص اللہ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما تسلیم کرلے تب کہیں وہ مسلمان ہوتا ہے۔ اور جس نے اس طرح اسلام قبول کیا ہو اس کا کام یہ ہے کہ اپنی خواہشات

کو اللہ کی مرضی اور اسلام کے قانون اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے تابع کر دے پھر اس کے لئے چون وچرا کرنے کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا۔ پھر اسے یہ کہنے کا حق نہیں رہتا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں یہ حکم دیا ہے اور اگرچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یہ رہنمائی کی ہے اور اگرچہ قرآن اس بارے میں یہ فیصلہ دیتا ہے اگر میری رائے اس سے متفق نہیں ہے اور میں چلوں گا اپنی ہی رائے پر، یا دنیا کا چلتا ہوا طریقہ اس کے خلاف ہے اور مجھے پیروی اسی طریقہ کی کرنی ہے جو دنیا میں چل رہا ہو۔ یہ رویہ جس شخص کا ہو اس کے متعلق سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ حقیقت میں ایمان لایا ہی نہیں ہے۔ حقیقی ایمان لانا تو یہ ہے کہ آدمی اپنی پسند اور ناپسند کو، اپنی خواہشات اور جذبات کو، اپنے خیالات اور نظریات کو پوری طرح اسلام کے تحت کر دے اور ہر اس غیر اسلامی طریقے کو رد کر دے جو دنیا میں رائج و مقبول ہو یا جس کی طرف نفس کا شیطان رغبت دلائے۔ یہی بات ہے جس کو نبی صلعم یوں بیان فرماتے ہیں کہ:۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ	تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اُس ہدایت کے تابع نہ ہو جائے جسے میں لے کر آیا ہوں۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب تک آدمی کے نفس کا شیطان خدا کے حکم کے آگے ڈگیں ڈال نہ دے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کے آگے سر تسلیم خم نہ کر دے اس وقت تک آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک کسی شخص کے نفس کا یہ دعویٰ قائم ہے کہ زندگی میں میری خواہش کی اطاعت ہونی چاہیئے، اس وقت تک اس کے دل میں ایمان واسلام نہیں ہے۔ ایمان واسلام یہ ہے کہ آدمی کا دل کہنے لگے کہ میں بے چون وچرا دین کی اطاعت پر راضی ہوں۔

ذمہ دارانہ زندگی

پھر اسلامی زندگی کے معنے یہ ہیں کہ آدمی میں ذمہ داری کا احساس ہو۔ مومن کی زندگی ایک ذمہ دارانہ زندگی ہوتی ہے۔ جب دل میں ایمان موجود ہو وہ کبھی اس احساس سے خالی نہیں ہو سکتا کہ اُسے اپنی زندگی کے سارے اعمال کے لئے، خیالات کے لئے، اقوال کے لئے خدا کے سامنے جواب دہی کرنی ہے۔ اس کو مرنے کے بعد یہ حساب دینا ہے کہ دنیا

میں اس نے کیا کیا، کیا کہا اور سُنا، کن طریقوں سے زندگی بسر کی، کن مشاغل میں اپنی قوتیں اور قابلیتیں صرف کیں، کن ذرائع سے کمایا اور کن راہوں میں اپنے مال کو صرف کیا اور کن مقاصد کے لئے دنیا میں سعی و کوشش کی۔ مومن کبھی اس خیالِ خام میں مبتلا نہیں ہوتا کہ اُسے بس مرکر مٹی ہو جانا ہے اور دُنیا سے اس طرح گذر جانا ہے کہ زندگی کے افعال اور اعمال کا کوئی نتیجہ برآمد ہی نہ ہوگا۔ نہیں، وہ تو پختہ یقین رکھتا ہے کہ اس زندگی کے بعد پھر ایک زندگی ہے جس میں خدا کے سامنے حاضر ہو کر اُسے اپنے ایک ایک کام کا، ایک ایک حرکت کا اور ایک ایک ذرّے کا حساب دینا ہے۔ اسی چیز کو نبی صلعم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ:-

اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ

خبردار! تم میں سے ہر ایک راعی ہے۔ اور تم میں سے ہر ایک کو اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہی کرنی ہے

رعیت سے مراد وہ سب کچھ ہے جو آدمی کے چارج میں دیا گیا ہے۔ چاہے وہ بال بچے ہوں، یا نوکر اور ماتحت ہوں، یا جانور اور اسباب زندگی ہوں۔ جس کسی پر بھی انسان کا حکم چلتا ہو اور جو کوئی اس کے تابع ہو وہی اس کی رعیت ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے دنیا میں کوئی بھی بے رعیت نہیں ہے۔ ہر ایک کسی نہ کسی دائرے میں راعی کی حیثیت رکھتا ہے۔ عورت گھر کی راعی ہے۔ شوہر بال بچوں کا راعی ہے۔ افسر ماتحتوں کا راعی ہے۔ حکمراں ملک کی پوری آبادی کا راعی ہے۔ آقا اپنے ملازموں کا راعی ہے۔ بہرحال ہر انسان کسی نہ کسی کا راعی ضرور ہے اور کوئی نہ کوئی اس کے چارج میں ضرور ہے۔ اسی رعیت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم آدمی کو متنبہ فرماتے ہیں کہ خبردار رہو، تم اپنی رعیت کے ذمہ دار ہو اور تمھیں اپنے خدا کے سامنے جوابدہی کرنی ہوگی کہ تم نے اپنی رعیت پر اپنے اختیارات کس طرح استعمال کئے۔ یہ عقیدہ مسلمان کی زندگی کو ایک ذمہ دارانہ زندگی بناتا ہے۔ مسلمان کبھی اس طرح کی زندگی بسر نہیں کر سکتا کہ جو کچھ چاہے کھائے، جو کچھ چاہے پیئے، جو کچھ چاہے پہنے، جن مشاغل میں چاہے اپنی قوتیں اور اپنا وقت صرف کرتا رہے اور جدھر خواہشات نفس لے جائیں اُدھر آزادی سے بڑھتا چلا جائے۔ وہ کوئی چھوٹا ہوا جانور نہیں ہوتا کہ جس کھیت میں چاہے گھس جائے، جہاں ہرا چارہ نظر آجائے اس پر مُنہ مار دے اور جس راستے کی طرف مُنہ اٹھ جائے اسی پر دوڑنے لگے۔ مسلمان کی زندگی کی صحیح مثال وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان

فرمائی ہے کہ:-

مثل المؤمن ومثل الایمان کمثل الفرس فی اٰخیتہ یجول ثم یرجع الی اٰخیتہ

یعنی مسلمان اور ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے کھونٹے سے بندھا ہوا گھوڑا ہوتا ہے کہ چاہے وہ کتنی ہی گردشیں اور جولانیاں دکھلائے بہرحال اس کے گلے کی رسی اُسے مجبور کردیتی ہے کہ وہ ایک خاص حد پر پہنچنے کے بعد اپنے کھونٹے کی طرف پلٹ آئے۔ مسلمان جب ایمان کے کھونٹے اور طاعت کی رسی سے بندھا ہوا ہے تو چاہے رسی کتنی ہی لمبی ہو بہرحال وہ ایک خاص دائرہ کے اندر ہی اندر گھوم پھر سکتا ہے، اس کی حدود سے باہر نہیں جاسکتا۔ وہ اپنی ساری قوتیں اور کوششیں اسی حد کے اندر صرف کرسکتا ہے جو خدا اور رسولؐ نے مقرر کردی ہیں۔ اس کی ساری دلچسپیاں، ساری تفریحیں، ساری سرگرمیاں، اور تمام کاروائیاں مقرر حدود کے اندر ہی محدود رہیں گی۔ ان حدوں سے باہر جانے کی جراُت وہ نہیں کرسکتا۔

جماعتِ اسلامی کا مطالبہ

اسلام کی اس مختصر تشریح کے بعد اب میں عرض کروں گا کہ ہم یعنی جماعتِ اسلامی کے خادم اور کارکن کیا چاہتے ہیں۔

ہماری دعوت سب لوگوں کو یہ ہے کہ وہ اسلام کو، جس کی حقیقت یہ ہے، اچھی طرح جانچ کر پرکھ کر یہ فیصلہ کریں کہ وہ اسے اپنی زندگی کے دین کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ جیسا میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، اسلام پیدائش سے حاصل نہیں ہوتا، نسل اور نسب سے نہیں مل جاتا پس یہ ضروری ہے کہ اس سوال کو آپ کے سامنے رکھا جائے اور آپ سے صاف صاف پوچھا جائے کہ آیا فی الواقع آپ اسے بخوشی و رغبت قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ آپ اس کی عائد کردہ پابندیوں کو اٹھانے پر راضی ہیں یا نہیں؟ آپ کو ایمان کے کھونٹے اور طاعت کی رسی سے بندھ جانا منظور ہے، یا نہیں؟ اگر کسی کو یہ دین اپنے لئے پسند نہ ہو اور اسلام کے اصول و حدود کے اندر رہنا گوارا نہ ہو تو اُسے پورا اختیار ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ لیکن چھوڑنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ صاف صاف اسے رد کردے، اپنا نام بدلے، اپنا تعلق مسلمان سوسائٹی سے منقطع کرے، اپنے آپ کو مسلمان کہنا چھوڑ دے، اور پھر آزادی کے ساتھ جس راہ پر جانا چاہے جائے، اپنے نئے مسلک کے مطابق جو نام پسند ہو اُسے اختیار کرلے، اور جو سوسائٹی مرغوب ہو اس میں شامل ہوجائے یا اپنے ہم خیال

لوگوں کو ساتھ لے کر کوئی نئی سوسائٹی بنائے۔ بہر حال یہ فریب اور یہ مسخرا پن اب ختم ہونا چاہیئے جو آجکل لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے کہ اسلام پسند بھی نہیں ہے، اس کی پیروی پر راضی بھی نہیں ہیں، خیال اور عمل میں اسے چھوڑ کر دوسرے طریقے اختیار بھی کر چکے ہیں مگر اصرار ہے کہ ہم مسلمان ہیں، اور صرف مسلمان کہلائے جانے پر ہی مصر نہیں ہیں بلکہ اسلام کے علمبردار اور اس کے مفتی بھی بنے پھرتے ہیں۔ یہ کھیل بہت دنوں کھیلا جا چکا۔ اب ہم اسے چلنے نہیں دیں گے۔ اسی طرح اب یہ منافقانہ رویہ بھی ختم ہو جانا چاہیئے کہ اسلام کی جو چیزیں اپنے مفاد اور اغراض کے مطابق نظر آئیں وہ تو قبول کر لی جائیں اور جو چیزیں خواہشات نفس کے مطابق نہ ہوں انھیں رد کر دیا جائے۔ یہ افتؤمنون ببعض الکتٰب و تکفرون ببعض کا مصداق ہے جس کا طعنہ نبی صلعم کی زبان سے یہودیوں کو دیا گیا تھا کہ کتاب الٰہی سے اپنی پسند کی چیزوں کو تو لے لیتے ہو اور جو پسند نہ ہوں انھیں رد کر دیتے ہو؟ یہ نفس پرستی اور خواہش کی بندگی کا جعلی سکہ اب ایمان کے نام سے نہیں چل سکتا۔ کسی شریف آدمی کے لئے بھی یہ جعل سازی اور فریب کاری باعزت نہیں ہے کہ اپنے مطلب کے لئے تو وہ مسلمان ہو اور اسلام کے نام پر اپنے حقوق مانگے مگر اسلام کی پیروی کے لئے وہ مسلمان نہ ہو۔ ہم ہر شخص کے سامنے یہ سوال رکھتے ہیں اور اس کا دو ٹوک جواب چاہتے ہیں کہ تمہیں اسلام اپنے طریق زندگی کی حیثیت سے پسند ہے یا نہیں؟ پسند نہیں ہے تو براہِ کرم صاف انکار کرو اور ملت کے دائرہ سے باہر جاؤ۔ پسند ہے اور در حقیقت تم مسلمان رہنا چاہتے ہو تو سچے دل سے اُسے قبول کرو، اسلام کے ایک جزء یا چند اجزاء کو نہیں بلکہ پورے اسلام کو لو، سیدھی طرح اطاعت کا رویہ اختیار کرو اور اسلام کو اپنا دین مان لینے کے بعد پھر آزادی کا دعویٰ مت کرو۔ مسلمان ہونے کے بعد کسی کو یہ کہنے کا حق رہتا ہی نہیں ہے کہ ہم اپنی عقل اور اپنی پسند کے مطابق جو طریقے چاہیں گے اختیار کریں گے۔ اسلام اس آزادی کو آپ کا حق نہیں مانتا۔

یہ بات ہمیں صرف مردوں ہی سے نہیں کہنی ہے، بلکہ عورتوں سے بھی یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔ ہم عورتوں سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اپنی شخصیتوں کو مردوں کی شخصیتوں میں گم نہ کر دیں۔ اپنے دین کو مردوں کے حوالے نہ کریں۔ وہ مردوں کا ضمیمہ نہیں ہیں۔ ان کی اپنی ایک مستقل شخصیت ہے۔ عورتوں کو بھی مردوں کی طرح خدا کے حضور پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال و افعال کا خود حساب دینا ہے۔ قیامت کے روز

ہر عورت اپنی ہی قبر سے اُٹھیگی، اپنے باپ یا شوہر یا بھائی کی قبر سے نہیں اٹھیگی۔ اپنے اعمال کا حساب دیتے وقت وہ یہ کہکر نہ چھوٹ جائیگی کہ میرا دین میرے مردوں سے پوچھو۔ اپنے طریق زندگی کی وہ خود ذمہ دار ہے۔ اسے خُدا کے سامنے اس بات کی جواب دہی کرنی ہوگی کہ وہ جس طریقہ پر چلتی رہی کیا سوچ کر چلتی رہی۔ لہٰذا ہم عورتوں کا سوال مردوں کے سامنے نہیں بلکہ خود عورتوں ہی کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ اپنی راہ زندگی کا فیصلہ تم خود کرو اور اس امر کا لحاظ کئے بغیر کرو کہ تمہارے مردوں کا فیصلہ کیا ہے۔ اسلام تمہیں اپنے دین کی حیثیت سے پسند ہے یا نہیں؟ اس کے اصول، اس کے حدود، اس کی عائد کی ہوئی پابندیاں، اس کی ڈالی ہوئی ذمہ داریاں، غرض ساری ہی چیزیں دیکھکر فیصلہ کرو کہ وہ تمہیں قبول ہیں یا نہیں؟ اگر ان سب چیزوں کے ساتھ اسلام قبول ہے تو سچے دل سے اس کی پیروی کرو۔ ادھورے نہیں بلکہ پورے اسلام کو اپنا دین بناؤ۔ اور پھر جان بوجھ کر اس سے انحراف نہ کرو۔ اور اگر قبول نہیں ہے تو شرافت اور سچائی اسی میں ہے کہ صاف صاف اور علانیہ اسے چھوڑ دو اور اس کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔

یہ بات ایک مدّت سے ہم کہہ رہے ہیں۔ آپ کو اگر ہمارے لٹریچر سے کچھ واقفیت ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہم نے ہمیشہ اپنے ارکان اور ہمدردوں سے یہی کہا ہے کہ آپ گھر کی عورتوں، ماؤں، بہنوں، بیویوں، بیٹیوں پر اسلام کی تبلیغ ضرور کریں، مگر خدا کے لئے انھیں قوامیت کے زور سے اپنے مسلک کی طرف نہ کھینچیں۔ انہیں سوچنے سمجھنے اور رائے قائم کرنے کی پوری آزادی دیجئے۔ تبلیغ کا حق بس اتنا ہی ہے کہ آپ اسلام کے مطالبہ کو ان کے سامنے رکھ دیں۔ اس کے بعد عورتوں کو اس امر کا فیصلہ خود کرنے کی آزادی ہونی چاہیئے کہ انہیں یہ مطالبہ قبول ہے یا نہیں۔

مسلم عورت کے فرائض

اس طرح سوچ سمجھکر جو خواتین بطور خود اسلام کو اپنا دین بنائیں اُن کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ اُن کے کرنے کے کام کیا کیا ہیں۔

اپنی اصلاح

آپ کا پہلا کام یہ ہے کہ اپنی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں اور اپنے

اندر سے جاہلیت کی ایک ایک چیز کو چن چن کر نکالیں۔ اپنے اندر یہ تمیز پیدا کریں کہ کیا چیزیں اسلام کی ہیں اور کیا چیزیں جاہلیت کی ہیں۔ پھر اپنی زندگی کا گہرا جائزہ لیں اور بے لوث محاسبہ کر کے دیکھیں کہ اس میں جاہلیت کا کوئی اثر تو نہیں پایا جاتا۔ ایسے جو اثرات بھی ملیں اُن سے اپنی زندگی کو پاک کیجئے اور اپنے خیالات کو، اپنی معاشرت کو، اپنے اخلاق کو اور اپنے پورے طرزِ عمل کو دین کے تابع کر دیجئے۔

گھروں کی تطہیر

آپ کا دوسرا کام یہ ہے کہ اپنے گھر کی فضا کو درست کریں۔ اس فضا میں پرانی جاہلیت کی جو جو رسمیں چلی آ رہی ہیں ان کو بھی نکال باہر کریں اور نئے زمانہ کی جاہلیت کے جو اثرات انگریزی دور میں ہمارے گھروں میں داخل ہو گئے ہیں، انھیں بھی خانہ بدر کریں۔ اس وقت ہمارے گھروں میں پرانے زمانہ کی جاہلیت اور نئے زمانہ کی جاہلیت کا ایک عجیب مرکب رائج ہے۔ ایک طرف وہ "روشن خیالی" ہے جو ہماری مسلمان خواتین کو فرنگیت زدہ شکل میں لا رہی ہے۔ اور دوسری طرف اسی روشن خیالی کے ساتھ ساتھ پرانے زمانہ کے جاہلانہ تخیلات، مشرکانہ عقیدے اور ہندوانہ رسمیں بھی ہماری معاشرت میں برقرار ہیں۔ اب جن خواتین کو اپنے ایمانی فرائض کا احساس ہو جائے ان کا کام یہ ہے کہ پرانی جاہلیت کی رسموں اور تصورات کو بھی چن چن کے گھروں سے نکالیں اور نئے زمانہ کی جاہلیت کے ان مظاہر کا بھی خاتمہ کریں جو فرنگی تعلیم اور انگریزی تہذیب کی اندھی تقلید کی بدولت گھروں میں گھس آئے ہیں

نئی نسل کی صحیح تربیت

آپ کا تیسرا کام یہ ہے کہ آپ اپنے بچّوں کو اسلامی طرز پر تربیت دیں۔ ہماری نئی نسلیں اس لحاظ سے بڑی بد قسمت ہیں کہ گھروں کے اندر کبھی قرآن کی آواز ان کے کانوں میں نہیں پڑتی۔ اور نہ وہ اپنی آنکھوں سے گھر کے لوگوں کو کبھی نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ہم اس لحاظ سے خوش قسمت تھے کہ بچپن میں ہم اپنے گھروں میں قرآن کی آواز سُنتے تھے اور اپنے بڑوں کو نمازیں پڑھتے دیکھتے تھے۔ ہمارے گرد و پیش بہر حال کچھ نہ کچھ آثارِ دین کے باقی تھے لیکن موجودہ نسل کی یہ بد قسمتی انتہا کو پہنچ گئی ہے کہ گھروں کی جس فضا میں وہ پرورش پا رہی ہے اس میں نہ قرآن کی آواز کبھی گونجتی ہے، نہ نماز کا منظر کبھی سامنے آتا ہے۔ اگر ہمارے گھروں کا یہی حال رہا اور یہ نسلیں اسی طرح غلط تربیت حاصل کرتی رہیں تو جب زندگی کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں آئیگی

اس وقت شاید اسلام کا نام بھی باقی نہ رہ سکے گا۔ آپ اب اس صورت حال کو ختم کریں اور اس فکر میں لگ جائیں کہ گھروں کی معاشرت میں، روزمرہ کے رہن سہن میں، زندگی کے مختلف معمولات میں اسلام نمودار ہو اور وہ ہمارے بچوں کو آنکھوں کے سامنے چلتا پھرتا نظر آئے۔ بچے اسے دیکھیں، اس کا مزہ چکھیں اور اس سے اثر قبول کریں۔ ان کے کانوں میں بار بار قرآن کی آواز پڑے، وہ دن میں پانچ مرتبہ گھروں میں نماز کا منظر دیکھیں، پھر وہ اپنی فطرت کے تحت اپنے بڑوں کی تقلید کریں اور انھیں نماز پڑھتے دیکھ کر خود بخود ان کی نقل اتاریں۔ وہ توحید کا پیغام سنیں۔ وہ رسالت کا مدعا سمجھیں۔ اسلام کا نقش ان کے دلوں پر قائم ہو۔ ان کی عادات درست ہوں۔ ان کے اندر اسلامی ذوق پیدا ہو۔ نئی نسل کے لئے یہ سب کچھ ہمیں درکار ہے۔ پس وہ تمام عورتیں جو اسلام کو قبول کریں انھیں چاہیے کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اپنی گودوں کو اور اپنے گھروں کو مسلمان بنائیں تاکہ ان میں ایک مسلمان نسل پروان چڑھ سکے

مردوں پر اثر اندازی

آپ کا چوتھا کام یہ ہے کہ اپنے گھر کے مردوں پر اثر ڈالیں اور اپنے شوہروں، باپوں، بھائیوں اور بیٹوں کو اسلامی زندگی کی طرف بلائیں۔ عورتوں کو اپنے متعلق نہ معلوم یہ غلط فہمی کہاں سے لاحق ہوگئی ہے کہ وہ مردوں کو متاثر نہیں کرسکتیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ عورتیں مردوں پر بہت گہرے اثرات ڈالتی ہیں اور ڈال سکتی ہیں۔ مسلمان لڑکی اگر یہ کہنے لگے کہ اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شکل پسند ہے اور چرچل اور ٹرومین اور اسٹالن کی شکل پسند نہیں ہے، تو آپ دیکھیں گی کہ کس طرح مسلمان نوجوانوں کی شکلیں بدلنی شروع ہو جائینگی۔ مسلمان عورت اگر کہنے لگے کہ اسے کالے "صاحب لوگوں" کا طرز زندگی مرغوب نہیں ہے بلکہ وہ اسلامی زندگی مرغوب ہے جس میں نماز ہو، روزہ ہو، پرہیزگاری اور حسن اخلاق ہو، خدا کا خوف اور اسلامی آداب و تہذیب کا لحاظ ہو تو آپ کی آنکھوں کے سامنے مردوں کی زندگیاں بدلنے لگیں گی۔ مسلمان بیوی اگر صاف صاف کھول کر کہہ دے کہ اسے حرام کی کمائی سے سجائے ہوئے ڈرائنگ روم پسند نہیں ہیں، رشوت کے روپے سے عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنا

گوارا نہیں ہے، بلکہ وہ حلال کی محدود کمائی میں روکھی سوکھی کھا کر جھونپڑے میں رہنا زیادہ عزیز رکھتی ہے تو حرام خوری کے بہت سے اسباب ختم ہو جائینگے اور کتنی ہی رائج الوقت خرابیوں کا ازالہ ہو جائیگا۔

برادری اور قریبی معاشرے پر اثر اندازی

اسی طرز پر اگر وہ تمام بہنیں اصلاح احوال کی مہم شروع کر دیں جنھوں نے اسلام کو اپنے دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے تو وہ اپنے اعزہ و اقربا، اپنے خاندان کے لوگوں اور اپنے میل ملاپ رکھنے والے گھرانوں کو بھی بہت سی خرابیوں سے بچا سکتی ہیں اور انہیں نئی اور پرانی جاہلیتوں سے پاک کر سکتی ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ شیریں طریقے سے اپنے عزیزوں اور ملنے جلنے والوں کے سامنے جاہلیت کے طریقوں پر تنقید کریں۔ انہیں اسلام کے احکام سمجھائیں، ان کو اسلام کی حدود سے آگاہ کریں اور خود اسلامی حدود کی پابندی کر کے اپنا صحیح نمونہ اُن کے سامنے پیش کریں۔ یوں اگر کام کیا جائے تو ہماری سوسائٹی کا پورا ڈھانچہ درست ہو سکتا ہے۔

ایک فیصلہ طلب سوال

پھر اگر آپ نے اسلام کو فی الواقع اپنے لئے پسند کر لیا ہے تو آپ کے سامنے یہ سوال دو ٹوک فیصلہ کے لئے آن کھڑا ہوگا کہ آیا آپ جاہلیت کی پیروی اور اسلام سے بغاوت میں اپنے غلط کار مردوں کی رفاقت کرنے کے لئے آمادہ ہیں یا نہیں۔ اگر آپ نے واقعی اسلام کو پسند کر لیا ہے تو پھر آپ کو اس سوال کا جواب لازماً نفی میں دینا ہوگا۔ آپ کے لئے یہ ہرگز مناسب نہ ہوگا کہ دوسروں کی دنیا بنانے کے لئے آپ خود اپنی عاقبت خراب کر لیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

ان شر الناس منزلۃ یوم القیٰمۃ عبدٌ اذھب آخرتہ بدُنیا غیرہ

"قیامت کے روز بد ترین حال اس شخص کا ہوگا جس نے دوسرے کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی عاقبت خراب کرلی"

لہٰذا آپ اپنے مردوں کی دُنیا بنانے کی خاطر اپنی عاقبت خراب کرنے پر ہرگز راضی نہ ہوں۔ مسلمان خاتون ہونے کی حیثیت سے آپ شوہر، باپ، بھائی اور بیٹے ہر ایک پر یہ واضح کر دیں کہ ہم اسلام کے اتباع

میں آپ کی رفاقت کر سکتی ہیں لیکن اگر آپ کو اسلام کی حدود کی پابندی گوارا نہیں ہے تو آپ جانیں اور آپ کا کام، ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتیں۔ آپ کی دنیا کے لئے اپنی آخرت بگاڑنے پر ہم تیار نہیں ہیں۔

دوسری طرف جن خواتین کے شوہر، باپ، بھائی اور بیٹے خدا و رسول کی پیروی کرنے والے ہوں ان کا کام یہ ہے کہ وہ ان کے ساتھ پوری طرح تعاون کریں اور تکلیفوں میں ان کا ساتھ دیں۔ ظاہر بات ہے کہ جو شخص اسلام کی حدود کے اندر رہنے کا فیصلہ کریگا وہ دولت کمانے میں ہر طرح کے مال پر ہاتھ نہیں مار سکتا۔ وہ حرام خوری نہیں کر سکتا۔ وہ حلال طریقوں سے محدود کمائی کر کے عیاشی کے سامان فراہم نہیں کر سکتا۔ پس مسلمان خاتون کو حلال کی تھوڑی کمائی پر قناعت کرنی چاہیئے اور اسلام پر چلنے والے باپوں، شوہروں، بھائیوں اور بیٹوں پر یہ دباؤ نہیں ڈالنا چاہیئے کہ وہ ان کے لئے عیش و عشرت اور لطف و لذت کے سامان فراہم کریں۔ اسی طرح دین حق کی اطاعت اور اس کو قائم کرنے کی کوشش میں مردوں کو بہت سی تکلیفوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے اور مسلمان خواتین کا فرض ہے کہ ان تکالیف میں وہ اپنے حق پرست مردوں کی سچی رفیق ثابت ہوں۔

نازک وقت آرہا ہے

اس وقت ہمارے سامنے ایک بہت بڑے کام کا پروگرام ہے۔ ہمیں پاکستان میں اسلام کی حکومت قائم کرنی ہے۔ اور یہ کام بہت بڑی جدوجہد کا مطالبہ کرتا ہے۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے تک اس ملک کے رہنے والے خود مختار نہ تھے۔ لیکن ۱۵ اگست کے بعد ہمارے ملک کی صورت حال بالکل بدل گئی ہے۔ اب اس ملک کے لوگ اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کرنے میں پوری طرح مختار ہیں۔ یہاں کے باشندوں کو اب یہ طے کرنا ہے کہ وہ اپنے لئے کس طریقِ زندگی کو، کس اصول اخلاق کو اور کس نظام حکومت کو پسند کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ عنقریب دیکھیں گی کہ اس ملک میں ایک شدید کشمکش برپا ہونے والی ہے۔ ایک طرف نام نہاد مدعیان اسلام ہیں جن کو صرف اسلام کا نام باپ دادا سے ورثہ میں ملا ہے۔ لیکن اس کو طریقِ زندگی کی حیثیت سے انھوں نے نہ قبول کیا ہے نہ قبول کرنے پر تیار ہیں۔ اسلام کے نام پر جو حقوق حاصل ہو سکتے ہیں انھیں تو وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جن پابندیوں کا اسلام مطالبہ کرتا ہے۔

اُن سے وہ خود بھی آزاد رہنا چاہتے ہیں اور ملک کو بھی آزاد رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کے اوپر کافرانہ حکومت قائم رکھنے اور کافرانہ قوانین جاری کرنے کے ارادے رکھتے ہیں۔ دوسری طرف ان کے مقابلہ میں وہ سب لوگ ہیں جو اسلام کو اپنے طریق زندگی کی حیثیت سے پسند کرتے ہیں۔ اُن کی خواہش ہے کہ اس ملک میں اسلام کی حکومت قائم ہو اور اسلام کا قانون جاری ہو۔ ان دونوں طاقتوں کے درمیان عنقریب ایک کشمکش رونما ہونے والی ہے۔ اس موقعہ پر جس طرح مردوں کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ اسلام نما کفر کا ساتھ دیں گے یا حقیقی اسلام کی حمایت کریں گے، اسی طرح مسلمان خواتین کو بھی یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ اپنا وزن کس پلڑے میں ڈالیں گی۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کشمکش میں کیا کیا صورتیں پیش آئیں۔ بہرحال بہنوں اور ماؤں سے میں درخواست کرونگا کہ اپنے مستقبل کے طرزِ عمل کا سوچ سمجھکر فیصلہ کریں۔ اگر وہ اسلام کو دل سے چاہتی ہیں تو انہیں اس کشمکش میں اپنا پورا وزن حقیقی اسلام کے پلڑے میں ڈالنا ہوگا۔

حکومت اور رائے عام

یہ دور چونکہ جمہوریت کا دور ہے اس لئے حکومت کے مسلک کا انحصار عوام کی رائے پر ہے۔ حکومت کے اختیارات عوام کے دئے ہوئے اختیارات ہیں پس حکومت اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتی جب تک ہمارے عوام واقعی مسلمان نہ ہوں۔ عام لوگ اگر اسلام کا کلمہ نہ پڑھیں اور خدا کو اپنا حاکم و مالک نہ مانیں اور اسلام کو خود اپنے طریق زندگی کی حیثیت سے قبول نہ کریں تو یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ حکومت کلمہ پڑھ لے اور خدا کو حاکم مان کر اس کے دین کی پابند ہو جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے عوام، جو مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں، اب جان بوجھ کر کلمہ پڑھیں، اور نظام اسلامی کو اپنی عملی زندگی کے لئے برضا و رغبت انتخاب کرلیں۔ جب وہ یوں کلمہ پڑھ کر اسلام کو اختیار کرلیں گے تو ان کی رائے سے جو حکومت بنیگی وہ حکومت بھی کلمہ گو حکومت ہوگی اور خدا کے آگے جھکنے والی اور اس کے قانون کو جاری کرنے والی ہوگی۔

اس سلسلہ میں چند باتیں مجھے آپ سے خاص طور پر کہنی ہیں۔ اسلامی حکومت کے متعلق آجکل یہ غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں کہ اگر کہیں اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو ایک بڑا تاریک دور ملک پر

مسلط ہو جائیگا اور قوم کی ساری ترقی رُک جائیگی خصوصیت سے یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ اسلامی نظام میں عورتوں کی پوزیشن گر جائیگی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر یہاں اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو وہ عورتوں کے لئے بھی ویسی ہی برکت ثابت ہوگی جیسی مردوں کے لئے۔ میں مختصر طور پر آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اسلامی حکومت میں آپ کی کیا پوزیشن ہوگی۔

اسلامی حکومت میں خواتین کے حقوق

(۱) اسلام موجودہ زمانہ کی جمہوریت سے سینکڑوں برس پہلے عورتوں کے حق رائے دہی کو تسلیم کر چکا ہے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب عورت کی مستقل شخصیت ہی سے انکار کیا جاتا تھا اور یہ کہا جاتا تھا کہ عورت بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ شیطان کی ایک ایجنٹ ہے۔ ایسے تاریک دور میں اسلام نے سب سے پہلے عورت کی مستقل شخصیت کا اثبات کیا اور اسے اجتماعی معاملات میں رائے دینے کا حق بخشا۔ اسلامی حکومت میں ہر بالغ عورت کو ووٹ کا حق اسی طرح حاصل ہوگا جس طرح ہر بالغ مرد کو یہ حق دیا جائیگا۔

(۲) اسلام عورتوں کو وراثت اور مال و جائداد کی ملکیت کے پورے پورے حقوق دیتا ہے۔ ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنے روپے پیسے کو تجارت و صنعت میں لگائیں اور اس سے جو نفع ہو اس کی بلا شرکت غیرے مالک ہوں۔ بلکہ اگر ان کے پاس وقت بچتا ہو تو ان کو اس کا بھی حق ہے کہ بطور خود کوئی کاروبار یا کوئی محنت مزدوری کریں۔ اس کی آمدنی کی ملکیت پوری طرح انہی کو حاصل ہوگی۔ ان کے شوہروں اور باپوں کو ان کے املاک پر کسی قسم کے اختیارات از روئے شرع حاصل نہیں ہیں۔

(۳) اسلامی حکومت میں یہ ناقص ازدواجی قانون جو انگریزی دور میں یہاں رائج رہا ہے اور جس نے بہت سی مسلمان عورتوں کے لئے دنیا کی زندگی کو دوزخ کی زندگی بنا رکھا ہے بدل دیا جائیگا۔ اور اسلام کا حقیقی قانون ازدواج جاری کیا جائیگا جو عورتوں کے حقوق اور مفاد کی پوری حفاظت کرتا ہے۔ یہ نام نہاد شریعت بل جو ابھی ابھی پاکستانی پنجاب کی اسمبلی میں پاس کیا گیا ہے، یہ پوری طرح شریعت کے قانون پر مشتمل نہیں ہے، بلکہ یہ قانون شریعت کی ایک مسخ شدہ شکل ہے۔ میری کتاب "حقوق الزوجین" اگر

آپ کے مطالعہ میں آئی ہو تو آپ پر واضح ہو چکا ہوگا کہ مردوں اور عورتوں۔ دونوں کے جملہ حقوق و مفاد کی مکمل حفاظت اسلام کے قانون کے سوا اور کسی قانون میں نہیں ہے۔ اسلام کی حکومت میں ایسا ازدواجی قانون نافذ ہوگا جو آپ کی ساری شکایات ختم کر دیگا۔

(۴) اسلامی حکومت میں عورتوں کو تعلیم سے محروم نہیں رکھا جائیگا جیسا کہ غلط فہمیاں پھیلانے والے لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے بلکہ ان کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کا انتظام کیا جائیگا۔ یہ انتظام بغیر آجکل کے گرلز اسکولوں اور گرلز کالجوں کے طرز پر نہ ہوگا اور مخلوط تعلیم کے اصول پر تو ہرگز نہیں ہوگا۔ بلکہ اس میں اسلامی حدود کی پوری پابندی کی جائیگی۔ مگر بہرصورت ہر شعبے میں اونچے معیار کی زنانہ تعلیم کے انتظامات ضرور کئے جائیں گے۔ ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ اسلام کی حدود کو اگر برقرار رکھنا ضروری ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ گرلز میڈیکل کالج چلائے جا سکیں؟ میں کہتا ہوں کہ اگر حکومت اسلام کا کلمہ پڑھ لے اور اسلام ہی کے اصول پر کام کرنے کا فیصلہ کرلے تو ایسے ذرائع فراہم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے جن سے اسلامی طرز کا ایک زنانہ میڈیکل کالج قائم کیا جا سکے۔ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ ماہر اور تجربہ کار مسلمان لیڈی ڈاکٹروں کو، جو ملک میں موجود ہیں، عورتوں کو ڈاکٹری کی تعلیم دینے پر مامور کر دیں۔ یا اگر بالفرض وہ فراہم نہ ہو سکیں تو ہم یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اپنی قوم میں سے سن رسیدہ ڈاکٹروں کو جن کی سیرت قابل اعتماد ہو منتخب کرلیں اور ان کے سپرد یہ خدمت کریں کہ چند سال کے اندر اچھی لیڈی ڈاکٹرنیوں کا ایک معتدبہ گروہ تیار کر دیں۔ پھر ہم عورتوں کو مردوں سے تعلیم دلانے کی ضرورت سے بے نیاز ہو جائینگے۔ اسی طرح ہر دوسرے شعبے کی اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کا بھی انتظام کیا جا سکتا ہے بغیر اس کے کہ اسلام کی حدود توڑنے کی کوئی ضرورت پیش آئے۔

(۵) ہم مسلمان عورتوں کو ضروری فوجی تعلیم دینے کا بھی انتظام کریں گے اور یہ بھی انشاءاللہ اسلامی حدود کو باقی رکھتے ہوئے ہوگا۔ میں بارہا اپنے رفقاء سے کہہ چکا ہوں کہ اب قومیت کی لڑائیاں حد سے بڑھ چکی ہیں اور انسان درندگی کی بد سے بدتر شکلیں اختیار کر رہا ہے۔ ہمارا سابقہ ایسی ظالم طاقتوں سے ہے جنھیں انسانیت کی کسی حد کو بھی پھاند جانے میں تامل نہیں ہے۔ کل اگر خدانخواستہ کوئی جنگ پیش

آجائے تو نہ معلوم کیا کیا بربریت ان سے صادر ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو مدافعت کے لئے تیار کریں اور ہر مسلمان عورت اپنی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کرنے پر قادر ہو۔ انھیں اسلحہ کا استعمال سیکھنا چاہیئے، انھیں تیرنا آتا ہو، سواری کر سکتی ہوں سائیکل اور موٹر چلا سکیں، فسٹ ایڈ جانتی ہوں۔ پھر وہ صرف اپنی ذاتی حفاظت ہی کی تیاری نہ کریں، بلکہ ضرورت ہو تو جنگ میں مردوں کا ہاتھ بٹا سکیں۔ ہم یہ سب کچھ کرنا چاہتے ہیں، لیکن اسلامی حدود کے اندر کرنا چاہتے ہیں۔ ان حدود کو توڑ کر نہیں کرنا چاہتے۔ قدیم زمانے میں بھی مسلمان عورتوں نے اسلحہ کے استعمال اور مدافعت کے فنون کی تربیت حاصل کی تھی۔ لیکن انہوں نے پورے فنون سپہ گری اپنے باپوں اور بھائیوں اور شوہروں سے سیکھے تھے اور پھر عورتوں سے عورتوں کو تربیت دی تھی۔ اب بھی یہ صورت بآسانی اختیار کی جا سکتی ہے کہ فوجی لوگوں کو اپنی محرم خواتین کی فوجی تربیت پر مامور کیا جائے۔ اور پھر جب عورتیں کافی تعداد میں تیار ہو جائیں تو ان کو دوسری عورتوں کے لئے معلم بنا دیا جائے۔

مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کا فرق

یہ چند امور میں نے مثال کے طور پر بیان کئے ہیں جن سے آپ اندازہ کر سکتی ہیں کہ اسلامی حکومت میں عورت کو محض گڑیا بنا کر نہیں رکھا جائیگا جیسا کہ بعض نادانوں کا گمان ہے بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ ترقی کا موقع دیا جائیگا۔ بہرحال یہ ضرور سمجھ لیجئے کہ ہم عورت کو عورت ہی رکھ کر عزت کا مقام دینا چاہتے ہیں۔ اسے مرد بنانا نہیں چاہتے۔ ہماری تہذیب اور مغربی تہذیب میں فرق یہی ہے کہ مغربی تہذیب عورت کو اس وقت تک کوئی عزت اور کسی قسم کے حقوق نہیں دیتی جب تک کہ وہ ایک مصنوعی مرد بن کر مردوں کی ذمہ داریاں اُٹھانے کے لئے تیار نہ ہو جائے۔ مگر ہماری تہذیب عورت کو ساری عزتیں اور تمام حقوق عورت ہی رکھ کر دیتی ہے اور تمدن کی انہی ذمہ داریوں کا بار اس پر ڈالتی ہے جو فطرت نے اس کے سپرد کی ہیں۔ اس معاملہ میں ہم اپنی تہذیب کو موجودہ مغربی تہذیب سے بدرجہا زیادہ افضل اور اشرف سمجھتے ہیں۔ اور نہایت مضبوط دلائل کی بنا پر یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہماری ہی تہذیب کے اصول صحیح اور معقول ہیں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ صحیح اور پاکیزہ چیز کو چھوڑ کر ہم غلط اور گندی چیز کو

قبول کریں۔ موجودہ زمانہ کی مخلوط سوسائٹی سے ہمارا اختلاف کسی تعصب یا اندھی مخالفت کا نتیجہ نہیں ہے ہم پوری بصیرت کے ساتھ اپنی، آپ کی، اور پوری انسانیت اور انسانی تہذیب و تمدن کی فلاح اسی میں دیکھتے ہیں کہ اس تباہ کن طرز معاشرت سے اجتناب کیا جائے۔ ہمیں صرف عقلی دلائل ہی سے اس کے غلط ہونے کا یقین نہیں ہے بلکہ تجربہ سے اس کے جو نتائج ظاہر ہو چکے ہیں اور دنیا کی دوسری قوموں کے اخلاق و تمدن پر اس کے جو اثرات مرتب ہو چکے ہیں ان کو ہم جانتے ہیں۔ اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ ہماری قوم اس تباہی کے گڑھے میں گرے جس کی طرف ہمارے فرنگیت زدہ اونچے طبقے اسے دھکیلنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اخلاق کھو چکے ہیں۔ اور اب ساری قوم کے اخلاق برباد کرنے کے درپے ہیں۔ اس کے برعکس ہماری کوشش یہ ہے کہ ہماری قوم اور ہمارا ملک جو کچھ بھی ترقی کرے اسلامی اخلاق کے دائرے میں رہ کر کرے۔ مگر اپنی اس کوشش میں ہم اُسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جب ہمارے بھائیوں کے ساتھ ہماری بہنوں کی بھی مجموعی طاقت ہماری تائید پر ہو۔

اب یہ فیصلہ کرنا آپ کا اپنا کام ہے کہ آپ فرنگیت چاہتی ہیں یا اسلام؟ ان دونوں میں سے ایک ہی کا آپ کو انتخاب کرنا ہوگا۔ دونوں کو خلط ملط کرنے کا آپ کو حق نہیں ہے۔ اسلام چاہتی ہوں تو پورے اسلام کو لینا ہوگا۔ اور اپنی پوری زندگی پر اسے حکمراں بنانا ہوگا۔ کیونکہ وہ تو صاف کہتا ہے کہ اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَافَّةً، تم پورے کے پورے میرے اندر آجاؤ، اپنی زندگی کا کوئی ذرا سا حصہ بھی میری اطاعت سے مستثنیٰ نہ رکھو۔ لیکن اگر یہ کلی اطاعت منظور نہ ہو اور کچھ فرنگیت ہی کی طرف میلان ہو تو پھر مناسب یہی ہے کہ دعوائے اسلام کو ملتوی رکھیں۔ اور جس راہ پر چلیں نام بھی اسی کا لیں۔ آدھا اسلام اور آدھا کفر نہ دنیا ہی میں کسی کام کی چیز ہے نہ آخرت ہی میں اس کے مفید ہونے کا کوئی امکان ہے، اور پھر اس مرکب پر اسلام کا لیبل ایک جھوٹ بھی ہے۔

معراج کا پیغام

(یہ تقریر ۲۷ رجب ۱۳۶۸ھ کو ریڈیو پاکستان، لاہور سے نشر کی گئی تھی۔ حاشیہ میں جو توضیحات کی گئی ہیں وہ بعد کا اضافہ ہیں)

اسلام کی تاریخ میں دو راتیں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک وہ رات جس میں نبی عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نزول شروع ہوا۔ دوسری وہ رات جس میں آپ کو معراج نصیب ہوئی۔ پہلی رات کی اہمیت تو سب کو معلوم ہے کہ اُس میں نوع انسان کی رہنمائی کے لئے وہ روشن ہدایت نامہ بھیجا گیا جو باطل کی تاریکیوں میں حق کا نور صدیوں سے پھیلا رہا ہے اور قیامت تک پھیلاتا رہیگا۔ لیکن دوسری رات کی اہمیت بعض دینیاتی بحثوں میں گم ہو کر رہ گئی ہے۔ کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس رات میں انسانیت کی تعمیر کے لئے کتنا عظیم الشان کارنامہ انجام پایا۔ آج اس مبارک رات کی یاد تازہ کرتے ہوئے ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ یہ رات ہمارے لئے کیا پیغام لائی ہے۔

معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج کا یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا تھا۔ اُس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید کی آواز بلند کرتے ہوئے ۱۲ سال گزر چکے تھے۔ باوجودیکہ آپ کے مخالفین نے آپ کا راستہ روکنے کے لئے سارے ہی جتن کر ڈالے تھے، پھر بھی آپ کی آواز عرب کے گوشے گوشے میں پہنچ گئی تھی۔ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ رہا تھا جس میں دو چار آدمی آپ کے ہم خیال نہ بن چکے ہوں۔ خود مکہ میں ایسے مخلص لوگوں کی ایک مختصر جماعت آپ کے گرد جمع ہو گئی تھی جن سے زیادہ سرگرم اور فداکار حامی دُنیا کی کسی تحریک کو کبھی نہیں ملے۔ اور مدینہ میں دو طاقتور اور خود مختار قبیلوں کی اکثریت آپ کی دعوت پر ایمان لا چکی تھی۔ اب وہ وقت قریب آ گیا تھا کہ آپ مکہ سے مدینے منتقل ہو جائیں، تمام ملک کے منتشر مسلمانوں کو اپنے پاس سمیٹ لیں، اور اُن اصولوں پر ایک ریاست قائم کر دیں جن کی اب تک آپ تبلیغ کرتے رہے تھے۔ یہی وہ موقع تھا جب آپ کو معراج کا سفر پیش آیا۔